Dareecha-e-Tahqeeq
دریچۂ تحقیق
ISSN PRINT 2958-0005 ISSN Online 2790-9972
VOL 7, Issue 3
www.dareechaetahqeeq.com dareecha.tahqeeq@gmail.com
Research Article

محمد اخلاق
پی ایچ۔ڈی اردو ریسرچ اسکالر، قرطبہ یونیورسٹی آف سائنس اینڈ ٹیکنالوجی،ڈیرہ اسماعیل خان
ڈاکٹر گل عباس اعوان
اسسٹنٹ پروفیسر اردو،قرطبہ یونیورسٹی آف سائنس اینڈ ٹیکنالوجی،ڈیرہ اسماعیل خان

مفتی خلیلؔ کی نعوت و مناقب کا مطالعہ: علمِ بدیع کے تناظر میں

Muhammad Akhlaq
Ph.D Urdu Scholar, Qurtaba University of Science and Technology, DI.Khan.
Dr.Gul Abbas Awan
Assistant professor,Department of urdu, Qurtaba University of Science and Technology, DI.Khan

A Study Of Mufti Khalil's Na'At And Manqabat Poetry: In The Light Of Ilm Al-Badi

This article presents a research and critical review of the technical and aesthetic aspects of _ilm-e-Badi_ in the Naatia and Manqabati poetry(Jamaal e Khalil) of Mufti Khalil khan Khalil. Ilm-e-Badi is the ornament of poetry. It is an important means of creating beauty, effectiveness, and lexical and semantic charm in speech. In this article, while studying the poet's Naats and Manaqib, various forms of Sana'i-e-Lafzi (verbal figures of speech) and Sana'i-e-Manvi (semantic figures of speech) have been identified. In particular, the use of the figures of Shabuh-e-Ishtiqaq, Ishtiqaq, Tajnees, Takrar,Tajseem, Radd-ul-ijz , Tazaad, Muraat-un-Nazeer, Husn-e-Ta'leel, Tajahul-e-Arifana, Sahl-e-Mumtana, Aks, Sawal-o-Jawab and Sanat-e-Talmeeh and their technical effects have been examined. The primary purpose of this research review is to analyze how Mufti Khalil khan Khalil has embellished the feelings of devotion and love with literary beauty in an effective and delightful manner through the merits of Badi.

Key words: Mufti Muhammad Khalil Khan Khalil Barkaati, Urdu Naat O Mnaqib, Jamal-E-Khalil, Ilm-E-Badi (Verbal And Semantic Figures Of Speech), Imtizaj-E-Husn, Takhleeq-E-Husn, Literariness, Research Review.

مفتی اعظم پاکستان (محمد خلیل خاں خلیلؔ برکاتی) بیک وقت شاعر، مصنف، مترجم، منتظم، مقرر، عالمِ دین، محدث، مفسر، مناظر، فقیہ اور مفتی بھی تھے۔ان کی ولادت 1920ء میں ہندوستان (علی گڑھ) میں ہوئی۔1951ء میں پاکستان (میرپور خاص، سندھ) آئے؛ پھر "کراچی" اور 1952ء میں حیدر آباد، سندھ میں "دارالعلوم احسن البرکات" کی بنیاد رکھی۔18 جون 1985ء (65 برس کی عمر میں حیدر آباد، سندھ) میں وفات پائی۔انھیں عربی، فارسی اور اردو پر مکمل عبور تھا۔انھوں نے اُردو شاعری کی مختلف اصنافِ سُخن (حمد، نعت، منقبت، غزل، قصیدہ، سہرا) میں طبع آزمائی کی؛ لیکن اُردو شاعری میں ان کی وجہ شہرت نعت گوئی ہے۔"جمالِ خلیل" اِن کا معروف مجموعہ نعت، منقبت و غزل ہے۔ یہ مجموعہ پہلی بار 1995ء میں مکتبہ قاسمیہ برکاتیہ، حیدر آباد، سندھ سے شائع ہوا۔اس مجموعہ کو مفتی احمد میاں حافظ البرکاتی نے مرتب کیا۔

"اِن کی شاعری میں آفرینی، بے ساختگی، محاکات آفرینی، موسیقیت، رعایتِ لفظی، حُسن تراکیب، معنی و بیان، صنائع بدائع سبھی کچھ ہے۔"(1)

وہ شعر کے فن سے کامل آگہی رکھتے ہیں۔ان کی شاعری میں علم معانی، بیان اور بدیع کا بر محل اور موزوں استعمال ہوا ہے۔ان کے کلام میں برجستگی، معنی آفرینی، ترنم، تمثیل اور علامت کا استعمال بھی خوش اسلوبی سے ہوا ہے۔ اِس آرٹیکل میں "جمالِ خلیل" کی نعوت و مناقب کا علمِ بدیع کے تناظر میں جائزہ لیا گیا ہے۔ان کی شاعری میں صنائع لفظی و معنوی کا استعمال نہایت قرینے سے ہوا ہے۔

وہ علم جس میں کلام کی معنوی و لفظی صفات بیان کی جائیں اُسے علمِ بدیع کہتے ہیں۔ یہ شاعری کا زیور ہے؛ اور زیور اُس وقت خوب صورتی کا باعث بنتا ہے جب شکل و صورت عمدہ ہو۔ شاعری میں یہ علم اُس وقت مفید ثابت ہوتا ہے؛ جب معانی و بیان کا استعمال نہایت اعتدال اور قرینے سے ہوا ہو؛ وگرنہ کلام محض الفاظ کا بھٹیار خانہ بن کے رہ جائے گا۔

"اُس علم کو جس سے تحسین و تزینِ کلام کے طریقے معلوم ہوتے ہیں؛ علم بدیع کہتے ہیں۔"(2)

علمِ بلاغت کا تیسرا اہم شعبہ علمِ بدیع ہے۔ علمائے بلاغت اِس معاملے پر ہم خیال نظر آتے ہیں کہ کلام موضوعاتی و اُسلوبیاتی و فنی لحاظ سے اگرچہ عمدہ ہو لیکن صنائع و بدائع کا مناسب موزوں استعمال نہ ہو تو کلام میں شعریت مفقود رہتی ہے۔ اِس کے استعمال کے لیے مہارت تامہ و اعتدال ضروری ہے؛ وگرنہ کلام مُہمل ہو جائے گا۔ لفظ اور معنی کے تعلق کے ضمن میں یاد رہے کہ دونوں کی اہمیت مسلم ہے؛ اگرچہ معنی پہلے اور لفظ بعد میں ہے۔ اگر لفظ و معنی میں گہری ہم آہنگی ہو گی تو کلام میں حُسن و تاثیر پیدا ہو گی۔ علمِ بدیع کی دو اقسام (صنائع لفظی و صنائع معنوی) ہیں۔

دونوں کا مقصد تخلیقِ حُسن ہے۔ صنائع لفظی سے کلام کے ظاہری حُسن میں اضافہ ہوتا ہے؛ جب کہ صنائع معنوی سے مراد وہ صنعتیں ہیں جو معانی میں حُسن پیدا کرتی ہیں۔ علمِ بلاغت کی کتب میں صنعتوں کی تعداد مختلف ہے۔ اُردو میں علمِ بدیع کے حوالے سے "بحر الفصاحت" (جو دو جلدوں میں ہے) مفصل ترین و اہم تالیف ہے؛ اِس میں ایک سو اُنیس صنائع (لفظی و معنوی) ہیں۔ "البدیع" میں سب سے کم یعنی سنتالیس صنائع (لفظی و معنوی) ہیں۔ صنعتوں کی تعداد میں اُلجھنا 'فعل عبث' ہے؛ صرف اُن صنائع کا ذکر ہونا چاہیے جو حقیقیت میں بدیع کے منصب کو پورا کریں اور کلام میں حُسن کا باعث بنیں۔ مفتی خلیل خاں خلیلؔ برکاتی کی نعوت و مناقب میں بہت سی صنعتیں ملتی ہیں۔ اِس آرٹیکل میں سب کا بیان ناممکن ہے؛ لہذا چند صنائع لفظی و معنوی درج ذیل ہیں:۔

صنعتِ شُبہ اشتقاق:

کلام میں کم از کم دو لفظ ایسے محسوس ہوں کہ اِن کا مادہ ایک ہے؛ لیکن حقیقیت میں ایسا نہ ہو اُسے صنعت شُبہ اشتقاق کہتے ہیں۔ ان کے کلام میں اس صنعت کے عمدہ نمونے موجود ہیں۔

؎ فراقِ مصطفےٰؐ میں جان و دل کی غیر حالت ہے
جنوں آنکھیں دکھتا ہے گریباں گیر وحشت ہے (3)

اِس شعر میں "غیر"، "گیر" سے صنعت شُبہ اشتقاق کا ظہور ہو رہا ہے۔ اِس سے شعر کے حُسن اور تاثیر میں اضافہ ہوا ہے۔ اس شعر میں صنعتِ مراعات النظیر (جان، دل، آنکھیں) صنعتِ تکرار ("ہے" تین بار آئی ہے) صنعتِ ردالعجز علی الحشو اور ردالعجز علی الاعروض کا استعمال بھی ہوا ہے۔ گویا یہ شعر صنعتِ ابداع کا بھی کامل نمونہ ہے۔

اِن کی مناقب سے اِس صنعت کی مثال ملاحظہ ہو:

؎ ہیں جو انکے ماہ و خورا نکا تو پھر کہنا ہی کیا
ہیں مثال مہ نجوم آسمانِ قاسمی (4)

اِس شعر کے پہلے مصرعہ میں "کہنا" اور "کیا" سے صنعت شُبہ اشتقاق پیدا ہوئی ہے۔ باعثِ طوالت مزید مثالوں سے گریز کیا جا رہا ہے۔ اس شعر میں صنعتِ مراعات النظیر (آسمان، مہ، نجوم)، صنعتِ تجنیس لاحق (انکے، انکا)، صنعتِ تجنیس زائد ناقص (ماہ، مہ)، صنعتِ مبالغہ اور صنعتِ تمثیل نگاری بھی موجود ہے۔ یہ شعر صنعتِ ابداع کی بھی بہترین مثال ہے۔

صنعت اشتقاق:

کلام میں دو یا زیادہ ایسے الفاظ لانا جن کا ماخذ/مادہ ایک ہو اُسے صنعت اشتقاق کہتے ہیں۔ مثلاً:

؎ مدینے جانے والے سر کے بل جاتے ہیں جانے دو
مرے قسمت میں جو جانا تو بارنگ دگر جاؤں (5)

نعت کے اِس شعر میں مصدر "جانا" سے "جانے، جاتے، جاؤں اور جانا" سے مشتق ہیں۔ جس سے صنعت اشتقاق پیدا ہوئی ہے۔اس سے شعر کے ظاہری حسن میں اضافہ ہوا ہے۔اس شعر کے پہلے مصرعہ میں صنعتِ تضمن المزوج (مدینے، جانے، والے) اور صنعتِ مبالغہ بھی موجود ہے۔

غنچہ غنچہ اس چمن کا سو بہاریں لائے گا

پھولتا پھلتا رہے گا گلستانِ قاسمی (6)

منقبت کے اِس شعر کے دوسرے مصرعہ میں "پھولتا، پھلتا" سے صنعت اشتقاق ظاہر ہوئی ہے۔اس سے شعر کی خوب صورتی میں اضافہ ہوا ہے۔اس شعر میں صنعتِ تکرار مطلق (غنچہ، غنچہ)، صنعتِ مراعات النظیر (چمن، غنچہ، گلستان) اور صنعتِ سیاق الاعداد (سو) بھی موجود ہیں۔

صنعت تجنیس:

دو لفظ جو پڑھنے یا لکھنے میں ایک جیسے اور معانی میں مختلف ہوں اُسے تجنیس کہتے ہیں۔ بحر الفصاحت میں اِس کی گیارہ اقسام ہیں۔

اِن کی نعوت و مناقب میں اِس کی مختلف صورتیں دیکھنے کو ملتی ہیں۔ چند درج ذیل ہیں:۔

بحمد اللہ سہارا مل گیا ہم بے سہاروں کو

یہاں بھی اِن کی رحمت کا وہاں بھی اِن کی رحمت کا (7)

نعت کے اِس شعر کے دوسرے مصرعہ میں "یہاں، وہاں" میں صنعت تجنیس لاحق موجود ہے۔اس کے علاوہ اس شعر میں صنعتِ تضاد سلبی (سہارا، بے سہاروں)، صنعتِ ایجابی (یہاں، وہاں)، صنعتِ تکرار (ان کی رحمت کا، ان کی رحمت کا) اور صنعتِ رد الاعجز علی الحشو بھی موجود ہے۔

مجلّٰی آیہ تطہیر سے ہے پاک دامانی

زہے اکرام اجداد کرام احمدِ نوری (8)

منقبت کے اِس شعر کے دوسرے مصرعہ میں "اکرام، کرام" میں صنعت تجنیس زائد ناقص کی عمدہ مثال ملتی ہے۔ پہلے مصرعہ میں "تطہیر" کا ترجمہ "پاک" کیا گیا ہے۔ جس سے صنعتِ ترجمۃ الفظ پیدا ہوئی ہے۔ان کے علاوہ اس شعر میں صنعتِ تاکید المدح بھی موجود ہے۔

چلنے لگی نسیمِ سحر خلد میں اُدھر

دامن اِدھر ہلا جو شہِ ذی وقار کا (9)

نعت کے اِس شعر میں "اُدھر، اِدھر" میں تجنیس محرف دیکھنے کو ملتی ہے۔ جس سے شعر کے ظاہری حسن میں اضافہ ہوا ہے۔اس کے علاوہ صنعتِ نسبت (خلد: نسیمِ سحر)، صنعتِ ترافق اور عمدہ حسنِ تعلیل بھی موجود ہے۔

التفاتِ جلوہ غوث الوریٰ سے منسلک

رشکِ صد جلوت ہے یعنی خلوت احمد رضا (10)

منقبت کے اِس شعر کے دوسرے مصرعہ "جلوت، خلوت" میں صنعت تجنیس خطی نمایاں موجود ہے۔اس سے کلام میں ادبیت کی فضا قائم ہوئی ہے۔اس کے علاوہ اس شعر میں صنعتِ تجنیس زائد ناقص (جلوہ، جلوت)، صنعتِ تضادِ ایجابی (جلوت، خلوت) اور صنعتِ نسبت بھی موجود ہے۔

صنعت تکرار:

اگر شعر میں قافیہ، ردیف کی تکرار کے علاوہ کوئی لفظ 'مقرر' لایا جائے تو اُسے صنعت تکرار کہتے ہیں۔اس سے شعر میں موسقیت جنم لیتی ہے؛ اور شعر کی تاثیر و حسن میں اضافہ ہوتا ہے۔ "بحر الفصاحت" میں اِس کی سات اقسام درج ہیں۔ مفتی خلیل نے اس صنعت کو خوب صورتی سے نبھایا ہے۔

باغِ برکات کی بہارِ نو

ہاں رضا ہاں رضا، رضا ہے رضا (11)

منقبت کے اِس شعر کے دوسرے مصرعہ میں "ہاں رضاہاں" اور "رضاہے رضا" سے صنعت "تکرار مع الوسائط" پیدا ہوئی ہے۔اِس سے شعر کی تاثیر اور حُسن میں اضافہ ہوا ہے۔اس کے علاوہ اس شعر میں صنعتِ تکرار مطلق (رضا رضا)، صنعت، تاکید المدح اور صنعتِ سہلِ ممتنع بھی موجود ہے۔

؎دِل بیتاب ہے اب کس لئے زاریدہ زاریدہ

سلام شوق کو جاتا تو ہے طلبیدہ طلبیدہ(12)

نعت کے اِس شعر میں "زاریدہ زاریدہ" اور "طلبیدہ طلبیدہ" سے صنعت "تکرار مطلق" کا بخوبی اظہار ہوا ہے۔اس کے علاوہ اس شعر میں صنعتِ تجاہلِ عارفانہ اور صنعتِ ترافق بھی موجود ہے۔

؎تیری رحمتوں کے جھونکے جو انھیں نہ گدگداتے

نہ یہ پھول مسکراتے نہ یہ چمن یہ کھل کھلاتے (13)

اِس نعتیہ شعر میں "نہ" کا استعمال تین بار ہوا ہے۔یہ شعر "صنعتِ تکرارِ حرفِ نفی" کی بہترین مثال ہے۔اس کے علاوہ اس شعر میں صنعتِ مراعات النظیر (پھول، کھلنا، چمن، جھونکے) اور صنعتِ حسنِ تعلیل کا بھی عمدہ استعمال ہوا ہے۔

صنعتِ تجسیم:

تجسیم کے لغوی معنی "کسی چیز کو جسم عطا کرنا" کے ہیں۔اصطلاح میں اس سے مراد کسی مجرد شے کو مجسم بنا کر پیش کرنا ہے۔شعر میں حسن تخلیق کرنے کے لیے اس کا استعمال کیا جاتا ہے۔ان کے کلام میں اس صنعت کے عمدہ نمونے موجود ہیں۔ مثلا

؎خوشبو اڑا کے باغِ دیارِ رسول سے

ہے عرش پر دماغ، نسیم بہار کا(14)

؎سلام شوق نسیم بہار کہدینا

مرا حضور سے سب حال زار کہدینا (15)

درج بالا شعروں میں "صنعتِ تجسیم" کا استعمال نہایت قرینے سے ہوا ہے۔جس سے کلام میں خوب صورتی اور دل چسپی پیدا ہوئی ہے۔اس کے علاوہ پہلے شعر میں صنعتِ مراعات النظیر (باغ، خوشبو، نسیم، بہار) بھی موجود ہے۔دوسرے شعر میں صنعتِ سہلِ ممتنع، صنعتِ ارصاد/تسہیم اور صنعتِ ایداع بھی موجود ہے۔

صنعتِ ردالعجز:

یہ شعری صنعت ہے۔یہ شعر کے آخری لفظ یعنی "عجز" سے پیدا ہوتی ہے۔اگر شعر کا آخری لفظ؛ شعر کے آغاز میں آجائے تو اسے ردالعجز علی الصدر کہتے ہیں۔اگر "عجز" مصرعہ اول کے آخر میں ہو تو اسے ردالعجز علی العروض کہیں گے۔اگر "عجز" مصرعہ اول یا دوم کے درمیان میں آجائے تو اسے ردالعجز علی الحشو کہا جائے گا۔بنیادی طور پر اس کی چار اقسام ہیں لیکن ضمنی اعتبار سے سولہ ہیں۔

؎کلامِ احمدِ نوری کلامِ حق تعالیٰ ہے

کلامِ حق تعالیٰ ہے کلامِ احمدِ نوری(16)

منقبت کے اِس شعر کے دوسرے مصرعہ کے آخر میں "کلامِ احمدِ نوری" عجز ہے؛جب کہ صدر میں بھی "کلامِ احمدِ نوری" ہے؛تو اس سے "ردالعجز علی الصدر" پیدا ہوئی ہے۔ پہلے مصرعہ کے آخر میں "کلامِ حق تعالیٰ ہے" اور دوسرے مصرعہ کے آغاز میں "کلامِ حق تعالیٰ ہے" جس سے صنعتِ قطار العبیر پیدا ہوئی ہے۔اس شعر میں صنعتِ عکس بھی موجود ہے۔یہ شعر صنعتِ ابداع کا بہترین نمونہ ہے۔

؎فراقِ مصطفےٰؐ میں جان و دل کی غیر حالت ہے

جنوں آنکھیں دکھاتا ہے گریباں گیر وحشت ہے(17)

اِس نعتیہ شعر کے دوسرے مصرعہ میں "ہے" عجز ہے اور یہ شعر کے درمیان میں بھی ہے، جس سے صنعت "ردالعجز علی الحشو" کا ظہور ہوا ہے۔ اور اِس شعر کے مصرع اول کے آخر میں "ہے" سے "ردالعجز علی العروض" کا انکشاف ہوا ہے۔ اِس شعر سے دو صنعتیں نمایاں ہوئیں، جو دل چسپ ہیں۔ اس سے شعر کے حسن میں اضافہ ہوا ہے۔

صنعت تضاد:

اگر کلام میں دو یا زیادہ ایسے لفظ آجائیں؛ جن میں تضاد کی کیفیت/ تعلق ہو اُسے صنعت تضاد کہتے ہیں۔ اِسے طباق، تکافو، تطبیق اور مطابقت بھی کہتے ہیں۔ اِس کی دو بنیادی اقسام (تضادِ ایجابی اور تضادِ سلبی) ہیں۔ اِن کے کلام میں اس کی دونوں صورتیں موجود ہیں۔

؎ چمٹا لیا تصورِ جاناں کو جان سے
اللہ رے شعورِ دلِ بے شعور کا(18)

اِس نعتیہ شعر کے دوسرے مصرعہ میں "شعور، بے شعور"، 'تضاد سلبی' کی بہترین مثال ہے۔ جس سے شعر کے داخلی حُسن میں اضافہ ہوا ہے۔ پہلے مصرعہ میں "جان" اور "جاناں" سے صنعتِ اشتقاق پیدا ہوئی ہے۔ اس شعر میں صنعتِ موسیقیت اور سہلِ ممتنع بھی موجود ہے۔

؎ شبِ اسریٰ کے دولھا کی ضیا پاشی کا صدقہ ہے
کہ ہیں شام و سحر شمس و قمر رخشیدہ رخشیدہ(19)

نعت کے اِس شعر کے دوسرے مصرعہ "شام و سحر، شمس و قمر" میں 'تضادِ ایجابی' کا بہت خوب صورت استعمال ہوا ہے۔ اِس کے علاوہ "رخشیدہ رخشیدہ" سے صنعت 'تکرار مطلق' نمودار ہوئی ہے۔ پہلے مصرعہ کے آغاز میں "شبِ اسریٰ" صنعتِ تلمیح" ہے۔

صنعتِ مراعاۃ النظیر:

"صنعت مراعاۃ النظیر، اِس طرح پر ہے کہ کئی چیزیں ایسے کلام میں مندرج ہوں کہ اُن کی باہم مناسبت ہو، جیسے باغ، گلشن، بلبل، نرگس اور نسرین۔"(20)

اِس صنعت میں ایک ہی قبیل کے الفاظ استعمال ہوتے ہیں، لیکن اُن میں تضاد/ تقابل کی کیفیت نہ ہو۔ دوسرے لفظوں میں اِس میں گروہی الفاظ کا استعمال ہوتا ہے۔ اِسے صنعت توفیق اور تناسب بھی کہتے ہیں۔

چند مثالیں ملاحظہ ہوں:

؎ یہ بزمِ فلک کے سیارے یہ اختر و انجم مہ پارے
ٹوٹے ہیں عقیدت کے مارے کرنے کو زیارت سہرے کی(21)

منقبت کے اِس شعر کے پہلے مصرعہ میں "فلک، اختر، انجم، مہ" سے "صنعت مراعاۃ النظیر" کا ظہور ہوا ہے۔ اس کے علاوہ اس شعر میں صنعتِ تضمنِ المزوج اور صنعتِ ذو قافتین بھی موجود ہے۔

؎ گلشن فردوس پا کر مست بو ہیں بلبلیں
اور ابھی دیکھا نہیں ہے نخلِ بستانِ حبیب(22)

نعت کے اِس شعر میں صنعت مراعاۃ النظیر (گلشن، نخل، بو ہیں، بلبل) کا نہایت مہارت اور قرینے سے استعمال ہوا ہے۔ اِس سے شعر کی معنویت میں اضافہ ہوا ہے۔ پہلے مصرعہ میں "گلشن" کا ترجمہ "فردوس" کیا گیا ہے؛ جس سے صنعتِ ترجمۃ الفظ پیدا ہوئی ہے۔ شعر میں صنعتِ ترادف (بستان، فردوس، گلشن) بھی موجود ہے۔

صنعتِ حُسنِ تعلیل:

"حُسنِ تعلیل سے مراد یہ ہے کہ کسی امر کی حقیقی علت نہ بیان کر کے ظاہری اور پسندیدہ علت بیان کی جائے۔" (23)

کلام میں کسی واقعہ کی شاعرانہ دلیل پیش کرنے کو حُسنِ تعلیل کہتے ہیں؛ یہ یاد رہے کہ وجہ اصل نہیں ہوتی لیکن دِل موہ لینے والی ہوتی ہے۔

؎ کچھ بادِ صبا اتراتی ہے اور جھومتی گاتی آتی ہے

فردوسِ بریں یاد آتی ہے دیکھی ہے جو رنگت سہرے کی (24)

منقبت کے اِس شعر میں "حُسنِ تعلیل" کا استعمال بہت خوب ہوا ہے۔ جس سے شعر کی خوب صورتی میں اضافہ ہوا ہے۔ اس شعر میں صنعتِ تکرار مع الواسائط (ہے دیکھی ہے)، صنعتِ تکرار ("ہے" چار بار آئی ہے)، صنعتِ جمع، صنعتِ تضمنِ المزوج (جھومتی، گاتی، آتی)، صنعتِ ذو قافتین (اتراتی، آتی، جھومتی، گاتی)، صنعتِ موسیقیت اور صنعتِ تجرید بھی موجود ہے۔ یہ شعر صنعتِ ابداع کی بھی بہترین مثال ہے۔

نہیں بے سبب فلک پر یہ چراغ ٹمٹماتے
تری خاک رہگزر سے ہیں مگر نظر چراتے (25)

اس نعتیہ شعر میں "حُسنِ تعلیل" کا استعمال نہایت عمدگی اور مہارت سے ہوا ہے؛ جو قاری کے ذوق سلیم پر منحصر ہے۔

صنعتِ تجاہلِ عارفانہ:

کسی چیز کی وجہ جانتے ہوئے انجان بننا یا لاعلمی کا مظاہرہ کرنا کو تجاہل عارفانہ کہتے ہیں۔ "کسی خاص نکتے یا مقصد کے لیے بات کو جاننے کے باوجود انجان بن جانا تجاہلِ عارف کہلاتی ہے۔" (26) ان کے کلام سے اِس کی چند مثالیں دیکھیے:

مری نظریں اُڑا لائی ہیں کس کا جلوہ رنگیں
کہ چشمِ نامرادی سے ٹپکتا خون حسرت ہے (27)

اِس نعتیہ شعر میں "تجاہل عارفانہ" کا ظہور نہایت قرینے سے ہوا ہے۔ جس سے شعر کے داخلی حسن میں اضافہ ہوا ہے۔ اس کے علاوہ شعر میں صنعتِ ذو قافتین (نظریں، رنگیں، ہیں)، صنعتِ مبالغہ اور صنعتِ اشتقاق (ہے، ہیں) بھی ہے۔ ان کی مناقب سے صنعت تجاہلِ عارفانہ کی مثال ملاحظہ ہو:

غلاموں کو سراغ منزلِ مقصود بتلا جا
تو کس منزل میں ہے ماہِ تمام احمدِ نوری (28)

منقبت کے اِس شعر کے دوسرے مصرعہ میں "صنعتِ تجاہل عارفانہ" برتی گئی ہے۔ اس سے شعر کی معنویت میں نکھار آیا ہے۔ اس کے علاوہ اس میں صنعتِ ایداع (احمدِ نوری)، صنعتِ تکرار (منزل، منزل) اور صنعتِ سہلِ ممتنع بھی موجود ہے۔

صنعتِ سہلِ ممتنع:

صنعت کے عنوان سے ظاہر ہے کہ سہل (آسان) اور ممتنع (مشکل) یعنی ایسا شعر جو بظاہر آسان لگے لیکن جب کہنے کی مشق کی جائے تو ویسا نہ کہہ سکے تو اُسے سہلِ ممتنع کہتے ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ شعر دیکھنے میں جتنا آسان لگتا ہے؛ اتنا ہی مشکل ہوتا ہے۔

اِس ضمن میں اِن کی نعت سے شعر دیکھیے:

خدا گواہ مری ہر مراد بر آئے
حضور اتنا جو کہدیں کہ آرزو کیا ہے (29)

منقبت سے مثال ملاحظ ہو:

اعلیٰ حضرت مجددِ ملت
اہلسنت کا مقتدا ہے رضا (30)

دونوں شعروں میں اِس صنعت کا استعمال نہایت خوب صورتی اور مہارت سے ہوا ہے۔ پہلے شعر میں "مراد" کا ترجمہ "آرزو" کیا گیا ہے۔ جس سے صنعتِ ترجمتہ الفظ سامنے آئی ہے۔ اس کے علاوہ صنعتِ نسبت بھی موجود ہے۔ دوسرے شعر میں صنعتِ تاکید المدح بھی موجود ہے۔

صنعتِ عکس:

صنعت اپنے عنوان سے ظاہر ہے کہ اِس میں الفاظ / مصرعوں کا ہیر پھیر ہوتا ہے۔ اِس سے شعر میں ندرت و شگفتگی پیدا ہوتی ہے۔

"کلام یا بیت کے دو اجزا میں تقدیم و تاخیر کرنے کو صنعت عکس کہتے ہیں۔"(31)

؎ عیاں ہے جسمِ انور سے دو طرفہ حسن، فطرت کا

ملاحت سے صباحت کا صباحت سے ملاحت کا(32)

اس نعتیہ شعر کے دوسرے مصرعہ میں "ملاحت سے صباحت، صباحت سے ملاحت" سے صنعت عکس پیدا ہوئی ہے۔ اس سے شعر کی تاثیر اور حسن میں نمایاں اضافہ ہوا ہے۔ اس کے علاوہ شعر میں صنعتِ ذو قافتین، صنعتِ تکرار، صنعتِ سیاق الاعداد، رد االعجز علی العروض اور رد االعجز علی الحشو بھی موجود ہے۔

؎ کلامِ احمدِ نوری کلامِ حق تعالیٰ ہے

کلامِ حق تعالیٰ ہے کلامِ احمد نوری(33)

اِن کی منقبت کا یہ شعر 'صنعت عکس' کی بہترین مثال ہے۔ مصرعہ اول کے آخر میں "کلامِ حقِ تعالیٰ ہے" اور مصرعہ ثانی کے آغاز میں بھی "کلامِ حقِ تعالیٰ" ہے۔ جس سے صنعتِ قطار العبیر ظہور پذیر ہوئی ہے۔ اس کے علاوہ صنعتِ تاکید المدح اور صنعتِ تکرار بھی موجود ہے۔

صنعتِ سوال و جواب:

"یعنی اشعار میں سوال و جواب لانا۔ یہ صنعت کبھی ایک ہی مصرع میں مکمل ہوتی ہے۔ کبھی ایک مصرع سوال کا اور دوسرا جواب کا ہوتا ہے کبھی ایک شعر میں سوال اور دوسرے میں جواب ہوتا ہے۔"(34)

مثلاً:

؎ کس منہ سے شکر کیجیے پروردگار کا

عاصی بھی ہوں تو شافعِ روزِ شمار کا(35)

نعت کے اِس شعر کے پہلے مصرعہ میں 'سوال' کیا گیا ہے؛ جب کہ دوسرے مصرعہ میں 'جواب' موجود ہے۔ اس سے شعر کے حسن میں اضافہ ہوا ہے۔ دوسرے مصرعہ میں "شافع روزِ شمار" "صنعتِ تلمیح" ہے۔ اس کے علاوہ صنعتِ نسبت اور صنعتِ سہلِ ممتنع بھی موجود ہے۔

؎ مجھے خوف کیا ہے مرے پاسباں ہیں

محمد ﷺ، علی، غوث و پیرانِ قاسم (36)

منقبت کے اِس شعر کے مصرع اوّل میں 'سوال و جواب' دونوں موجود ہیں۔ دوسرے مصرعے میں مزید وضاحت کی ہے۔ مصرعہ اول میں "مجھے، مرے، ہے، ہیں" سے صنعتِ اشتقاق پیدا ہوئی ہے۔ دوسرے مصرعہ میں صنعتِ نسبت بھی موجود ہے۔

صنعتِ تلمیح:

وہ لفظ کو کسی اہم واقعہ (قرآنی، حدیثِ نبویؐ، فقہی، تاریخی، سیاسی، معاشی، سائنسی، شخصیت یا شعر) کی طرف اشارہ کرے۔ اسے تلمیح کہتے ہیں۔

"یہ صنعت اس طرح ہے کہ شاعر اپنے کلام میں کسی مسئلہ مشہورہ یا قصے یا مثل شائع یا اصطلاحِ نجوم وغیرہ یا کسی ایسی بات کی طرف اشارہ کرے جس کے بغیر معلوم ہوئے یا بے سمجھے اس کلام کا مطلب اچھی طرح سمجھے اس کلام کا مطلب اچھی طرح سمجھ میں نہ آئے۔"(37)

؎ کہاں تک کیجیے تفسیر سبحان الذی اسریٰ

کہ آغوشِ دنی میں مصطفیؐ کا قصرِ رفعت ہے(38)

مصرع اوّل میں قرآنی تلمیح موجود ہے۔ یہ الفاظ قرآنِ پاک کی سورۃ بنی اسرائیل (پارہ نمبر: 15، آیت نمبر: 1) سے لیے گئے ہیں۔ اِس سورت مبارکہ میں واقعہ معراج تفصیل سے بیان ہوا ہے۔ شاعر کہہ رہا ہے کہ اِس سورت کی تفصیل کہاں تک بیان کروں؟ مختصر یہ کہ حضور خاتم النبیین ﷺ کو ایسا دیدار نصیب ہوا جو کسی کے حصے میں نہ آیا۔ ان کی مناقب سے شعر ملاحظہ ہو:

؎ جہاں پر فضل مولیٰ ہے بنامِ رحمتِ عالم

منقبت کے اِس شعر کے پہلے مصرعہ میں "رحمتِ عالم" تلمیح ہے۔اللہ عزوجل نے قرآن پاک میں فرمایا کہ میں نے اپنے محبوب کو تمام جہانوں کے لیے رحمت بنا کر بھیجا ہے۔قرآن پاک میں بیان ہوا ہے کہ حضور پاک ﷺ مومنین کے لیے سب سے بڑی نعمت ہیں۔دوسرے مصرعے میں شاعر کہتا ہے کہ دنیا میں سید شاہ ابوالحسین احمد نوری رضی اللہ عنہ بھی اللہ کی رحمت ہیں۔ نیز اس شعر میں صنعتِ تاکید المدح، صنعتِ تکرار اور صنعتِ ترجمۃ الفظ بھی موجود ہے۔ ان کے کلام میں تلمیح کی مختلف صورتیں موجود ہیں۔آرٹیکل کی حد بندی کے پیش نظر مزید مثالوں سے گریز کیا جارہا ہے۔

حوالہ جات

1۔ مسعود احمد، ڈاکٹر، تقدیم، مشمولہ: جمالِ خلیل از مفتی محمد خلیل خاں خلیلؔ، لاہور :زاویہ پبلشر ،2013ء، ص27

2۔ سجاد مرزا، تسہیل البلاغت، ص167

3۔ خلیل خاں خلیلؔ، مفتی، جمالِ خلیل،، لاہور: زاویہ پبلشر، 2013ء، ص91

4۔ ایضاً، ص119

5۔ ایضاً، ص71

6۔ ایضاً، ص119

7۔ ایضاً، ص55

8۔ ایضاً، ص113

9۔ ایضاً، ص47

10۔ ایضاً، ص115

11۔ ایضاً، ص118

12۔ ایضاً، ص78

13۔ ایضاً، ص93

14۔ ایضاً، ص47

15۔ ایضاً، ص49

16۔ ایضاً، ص112

17۔ ایضاً، ص91

18۔ ایضاً، ص48

19۔ ایضاً، ص79

20۔ شمس الدین فقیر، حدائق البلاغت، مترجم: امام بخش صہبائی، مرتبہ: ڈاکٹر مزمل حسین، فیصل آباد: مثال پبلشر، 2009ء، ص123

21۔ جمالِ خلیل، ص33

22۔ ایضاً، ص56

23۔ وہاب اشرفی، پروفیسر، تفہیم البلاغت، دہلی : ایجوکیشنل پبلشنگ ہاؤس، 1999ء، ص119

24۔ جمالِ خلیل، ص133

25۔ایضاً،ص 93

26۔مزمل حسین،ڈاکٹر،اُردو میں علمِ بیان اور علمِ بدیع کے مباحث،اسلام آباد:اِدارہ فروغِ قومی زبان،2025ء،ص147

27۔جمالِ خلیل،ص92

28۔ایضاً،ص113

29۔ایضاً،94

30۔وہاب اشرفی،پروفیسر، دہلی : تفہیم البلاغت،ایجوکیشنل پبلشنگ ہاؤس، 1999ء،ص117

31۔جمالِ خلیل،ص129

32۔ایضاً،ص54

33۔نذیر احمد،پروفیسر،اقبال کے صنائع بدائع،لاہور:چوک مینار انارکلی،1966ء،ص112

34۔جمالِ خلیل،ص119

35۔ایضاً،ص47

36۔ نجم الغنی،بحر الفصاحت،جلد دوم،ص121

37۔جمالِ خلیل،ص892

38۔ ایضاً،ص92

39۔ ایضاً،ص112